7 ۔ مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ

سجاد حیدر یلدرم

خلاصہ

سجاد حیدر یلدرم کا شمار اُردو کے اولین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ افسانہ "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ"، میں بھی سجاد حیدر یلدرم نے دوستی کے منفی پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔ اگرچہ دوستی ایک حسین اور مقدس رشتہ ہے لیکن بعض دوستوں کے غلط رویے دوستی جیسے خوبصورت رشتے پر بھی منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

مصنف کہتا ہے کہ ایک دن دلی کے چاندنی چوک میں ایک فقیر اپنی غریب الوطنی اور دوست نہ ہونے کی شکایت کرتے ہوئے نظر آیا بظاہر وہ موٹا تازہ اور ایک حد تک خوبصورت تھا مگر بد معاشی نے اس کی صورت مسخ کر دی تھی۔ فقیر تو اپنا قصہ کہہ کر آگے بڑھ گیا لیکن مجھے خود تعجب ہوا کہ اکثر امور میں وہ مجھ سے بہتر ہے۔ میں نے سوچا کہ جسے وہ مصیبت خیال کرتا ہے وہی اُس کے حق میں نعمت ہے۔ وہ حسرت سے کہتا ہے کہ میرا کوئی دوست نہیں، میں حسرت سے کہتا ہوں کہ میرے اتنے دوست ہیں۔

میں نے سوچا کہ فقیر کا کوئی دوست نہیں جو میرے دوستوں کی طرح اُسے دن بھر میں پانچ منٹ کی بھی فرصت نہ دے تو اُس کے لئے یہ غنیمت ہے۔ میرا ایک دوست ایسا ہے جو راستے میں ملے گا اور کہے گا بھائی جان میں تمہیں پرانی دوستی کا واسطہ دیتا ہوں، مجھے اس وقت ضرورت ہے تھوڑا سا روپیہ قرض دو۔ کیا فقیر کے دوست اسے وقت بے وقت دعوتوں اور جلسوں میں کھینچ کر نہیں لے جاتے؟ کیا اُسے دوستوں کے خطوں کا جواب نہیں دینا پڑتا؟ کیا اُس کے دوست کی تصنیف کی ہوئی کوئی کتاب نہیں جس پر اُسے رائے کا اظہار کرنا پڑے؟ کیا اُسے دوستوں کے ہاں ملاقات کو نہیں جانا پڑتا؟ اگر نہیں تو خدا جانے وہ کون سی نعمت چاہتا ہے۔

میں دوستوں کو برا نہیں کہتا، وہ میرے خیر طلب ہیں، وہ مجھے فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں مگر مجھے نقصان ہو جاتا ہے۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آج تک میرے سامنے کوئی یہ ثابت نہ کر سکا کہ احباب کے دائرے کو وسیع کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر دنیا میں کچھ کام کرنا ہے اور باتوں میں عمر نہیں گزارنی تو بعض نہایت عزیز دوستوں کو چھوڑنا پڑے گا۔ مثلاً میرے دوست احمد مرزا ہیں اُن کا آنا بھونچال سے کم نہیں ہے جب وہ آتے ہیں تو میں کہتا ہوں "کوئی آ رہا ہے قیامت نہیں" وہ جب بھی آتے ہیں اتنا شور کرتے ہیں کہ جاتے ہوئے میرے کل خیالات کو بھی لے جاتے ہیں۔

دوسرے دوست محمد تحسین ہیں ان کے پاس باتیں کرنے کے لئے سوائے اپنی بیوی بچوں کی بیماری کے اور کوئی مضمون نہیں۔ اگر میں کبھی پالیٹکس یا لٹریچر کے متعلق گفتگو شروع کرتا ہوں تو تحسین فوراً معذرت پیش کرتے ہیں کہ بھائی آج کل گھر بھر بیمار ہے مجھے اتنی فرصت کہاں کہ اخبار پڑھوں۔

اسی طرح میرے مقدمے باز دوست ہیں جنہیں جھگڑوں اور مخالفین کی برائی کرنے سے فرصت نہیں۔ من جملہ اور بہت سی مختلف قسموں کے دوستوں میں محمد شاکر خان صاحب کا ذکر خصوصیت سے کروں گا۔ انہیں اپنی لیاقت کے مطابق لٹریچر کا بہت شوق ہے۔ لٹریچر پڑھنے کا اتنا نہیں جتنا

لٹریری آدمیوں سے ملنے اور تعارف پیدا کرنے کا۔ ایک مرتبہ میرے ہاں تشریف لائے اور بہت اصرار سے مجھے سلیم پور لے گئے یہ کہہ کر کہ دیہات میں تبدیلی آب وہوا بھی ہوگئی اور وہاں مضمون نگاری بھی زیادہ اطمینان سے کر سکو گے۔

شاکر صاحب کی کوٹھی میں جو کمرہ میرے لیے تیار کیا گیا تھا اُس کی کھڑکی پائیں باغ کی طرف کھلتی تھی اور دلفریب منظر میری آنکھوں کے سامنے ہوتا تھا۔ صبح کو نیچے ناشتے کی غرض سے بلایا گیا۔ ناشتے کے بعد کمرے میں جانے کے لئے اٹھا ہی تھا کہ چاروں طرف سے اصرار ہونے لگا کہ کہیں آج ہی سے کام شروع نہ کردینا۔ گاڑی تیار ہے مچھلی کا شکار کھیلیں گے اور پھر آپ کو احمد نگر کے رئیس راجہ طالبعلم سے ملائیں گے۔ میرا ماتھا ٹھنکا کہ سکون یہاں بھی میسر نہیں خیر سیکڑوں حیلے حوالوں سے اس وقت جانے سے بچ گیا۔ میں نے کمرے میں آکر غور سے میز کے سامان کو دیکھا۔ اعلی درجے کا بیش قیمت سامان میز پر تھا مگر اکثر اس میں سے میرے کام کا نہیں تھا۔ آخر کار میں نے وہی اپنا پرانا استعمال مگر مفید بکس نکالا اور لکھنا شروع کیا۔

میرے کمرے کے قریب شاکر خان صاحب کے چھوٹے بھائی کا کمرا ہے۔ انہیں موسیقی میں بہت دلچسپی ہے انہوں نے موسیقی کی مشق فرما کر مجھے میری خواہش کے خلاف محفوظ فرمایا اس کے بعد میرے خیالات میرے دماغ سے غائب ہوگئے اور میں کچھ لکھ نہ سکا۔

پھر خیالات کے سلسلے کو جوڑنے کی کوشش کی۔ مضمون لکھنے بیٹھا تو شاکر خان صاحب نے نیچے بلالیا اس مرتبہ انہوں نے اپنے دوست راجا طالب علی صاحب سے میرا تعارف کرایا۔ میں اُس عربی گھوڑے کی مانند تھا جو ہر دوست کو اصطبل سے منگا کے دکھایا جاتا تھا۔ اُن کے دوست سے نجات پا کر اپنے کمرے میں آیا تو طبیعت اُچاٹ ہوگئی تھی۔ ہزار کوشش کے بعد لکھنا شروع کیا۔ خوش قسمتی سے آدھ گھنٹہ ایسا ملا کہ کوئی آیا گیا نہیں۔ دروازے پر دستک ہوئی دریافت کیا تو پتا چلا کہ سرکار نیچے بلاتے ہیں۔ بعد کھانے کے میزبان صاحب فرماتے ہیں سہ پہر کو تمہیں گاڑی میں چلنا ہوگا میں تمہیں اس واسطے نہیں لایا کہ دماغی کام کرکے اپنی صحت خراب کرلو۔ واپس کمرے میں آکر تھوڑی دیر لیٹ گیا تیسرے پہر اُٹھا تو دماغ بہت صحیح پایا۔ خوش خوش اُٹھ کر میز پر گیا اور لکھنا چاہتا تھا کہ پھر وہی دستک۔

نوکر اطلاع دیتا ہے کہ گاڑی تیار ہے میں فوراً نیچے جاتا ہوں تو پہلا فقرہ جو میزبان صاحب کہتے ہیں "آج تو دستے کے دستے لکھ ڈالے" میں سچی بات کہوں کہ "کچھ بھی نہیں لکھا" تو وہ ہنس کر جواب دیتے ہیں کہ آخر اس قدر کسرِ نفسی کی کیا ضرورت ہے۔

شام کو واپس آئے۔ سوتے وقت اپنا دن بھر کا کام دیکھتا ہوں تو ایک صفحے سے زیادہ نہیں وہ بھی بے ربط و بے سلسلہ۔ غصہ میں آکر اُسے پھاڑ دیتا ہوں اور دوسرے روز اپنے میزبان کو ناراض کرکے اپنے گھر واپس چلا آتا ہوں۔ میں ناشکرا اور احسان فراموش کہاں جاؤں گا مگر میں مجبور ہوں اس عزیز اور مہربان دوست کو بھی چھوڑ دوں گا۔ میں نے ذرا تفصیل سے ان کا حال بیان کیا ہے مگر یہ نہ سوچنا کہ احباب کی فہرست ختم ہوگئی ہے۔ ابھی بہت سے باقی ہیں ایک صاحب ہیں جو ہمیشہ قرض مانگنے کے لیے آتے ہیں۔ ایک صاحب ہیں جو ہمیشہ اس وقت آتے ہیں جب میں باہر جانے والا ہوتا ہوں۔

ایک صاحب ہیں جو ہمیشہ میری دعوت کرنے کا سوچتے رہتے ہیں پر کبھی کی نہیں۔ ایک دوست ہیں جو آتے ہی سوالات کی بوچھاڑ شروع کردیتے ہیں اور جب جواب دیا جائے تو سنتے نہیں۔

یہ سب میرے عنایت فرما اور خیر طلب ہیں مگر اپنی طبیعت کا کیا کروں۔ صاف صاف کہتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک سے کہہ سکتا ہوں:

مجھ پہ احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا

مشق

....